تعلیم و تعلّم

قاضی اطہر مبارکپوری

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور مسلمان اطرافِ عالم میں پھیل گئے اور مسلمانوں میں اس طرح دوری پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں قرآن حکیم کی قرأتوں میں معمولی معمولی اختلافات پیدا ہونے لگے، چنانچہ حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا کہ قرآن کے قرار اور حفاظ بعض کلمات کی قرأت میں اختلاف کرتے ہیں اور ہر فریق اپنی قرأت کو دوسرے کی قرأت کے مقابلہ میں صحیح سمجھتا ہے، نیز اسی زمانہ میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے آرمینیہ سے واپس آکر حضرت عثمانؓ کو اس صورتِ حال سے پوری طرح آگاہ کیا اور اس بارے میں اندیشہ ظاہر کیا، حضرت عثمانؓ کو اس وقت اور بھی خیال پیدا ہوا کہ کہیں آگے چل کر یہ وقتی اختلافات مستقل حیثیت نہ اختیار کرلیں، چنانچہ آپ نے اس مصحف کو منگایا جو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا ہوا تھا اور جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے جمع کیا تھا اور دورِ فاروقی میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور آپ نے انتقال کے وقت اسے حضرت حفصہؓ کے پاس حفاظت سے رکھوا دیا تھا۔

بہرحال حضرت عثمانؓ نے یہ مصحف کبار صحابہؓ کے سامنے رکھا ان حضرات نے اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک نقطہ کی کیفیات کو جانچا، نیز اس کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب پر غور فرمایا اور جب یہ کام تمام ہوگیا تو اس مصحف مبارک کے چار نسخے نقل کیے گئے، اور حضرت عثمانؓ نے ایک ایک نسخہ مکہ، کوفہ، بصرہ اور شام روانہ فرمایا، یہ واقعہ ۳۰ھ کا ہے[1]

اس وقت سے تمام عالم اسلام کے مسلمان ان ہی چاروں مصاحف سے قرآن کو نقل کرنے لگے اور کوشش کرنے لگے کہ نقل و نسخ میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ ہو،

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے والد عبدالعزیز بن مروان امیر مصر نے مصحف عثمانی کو سامنے رکھ کر بہت حزم و احتیاط سے قرآن کا ایک نسخہ نقل کیا اور اعلان کیا کہ جو شخص اس نسخہ میں ایک غلطی نکالے گا اسے ایک گھوڑا اور تیس دینار انعام دیئے جائیں گے، چنانچہ اس نسخہ میں ایک حافظ قرآن نے ایک غلطی نکالی اور نعجۃ کی جگہ نجعۃ لکھا ہوا دکھایا اور انعام حاصل کیا[2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ جامع بنو امیہ دمشق میں فجر کی نماز ادا فرماتے تھے اور لوگ نماز کے بعد آپ کو قرآن پڑھنے کے لئے گھیر لیتے، آپ دس دس آدمیوں کی جماعت بناتے اور ہر جماعت میں ایک عریف یعنی نگراں اور سپروائیزر مقرر فرماتے، خود محراب میں تشریف رکھتے اور دائیں بائیں پڑھنے والوں کی جماعتوں کی نگرانی کرتے، جب کوئی طالب علم غلطی کرتا تو اپنے نگراں کی طرف رجوع کرتا اور وہ اسے بتا دیتا، اور جب وہ نگراں غلطی کرتا تو حضرت ابو درداءؓ کی طرف مراجعت کرتا اور آپ اس کی غلطی کی تصحیح فرماتے، ایک دن حضرت ابو درداءؓ نے اپنے ان شاگردوں کا شمار کیا تو ان کی کل تعداد سولہ سو سے زائد نکلی[۱]۔

قرآن حکیم کے پڑھنے پڑھانے میں مسلمانوں نے خوب خوب کوشش کی اور ماں باپ اپنے جگر پاروں کی زبان سے اللہ کلام اللہ سننے میں لذت اور شیرینی محسوس کرتے تھے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے استاذ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتب کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا تو عرض کیا آپ یہاں کھڑے ہوئے کیا کر رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا:-

احبُّ ان اسمع کلام ربی من فم هذا الغلام[۲]	میں چاہتا ہوں کہ اس بچے کی زبان سے اپنے رب کا کلام پاک سنوں۔

اصبہان میں دینی تعلیم اور دینی علوم کے رائج ہونے کی کہانی عجیب ہے، ابو مسلم خراسانی کے گورنر عاصم بن یونس کے میر منشی سعد بن ایاس نے یہاں پر سرکاری کاغذات کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا، اور یہاں پر قرآن حکیم کی تعلیم کا انتظام کیا، اصبہان میں دینی علوم کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ

ویقال انه استقرأ المسلمین بها فلم یجد الا ثلاثین رجلا لم یکن فیهم ممن یحفظ القرآن الا ثلاثة فلم یحول الحول حتی تعلم عامة الناس القرآن وحفظوه[۳]	بیان کیا گیا ہے کہ سعد بن ایاس نے اصبہان کے مسلمانوں کا پڑھنے میں امتحان لیا تو صرف تیس آدمی لکھے پڑھے ملے، مگر ان میں تین کے سوا کوئی حافظ قرآن نہ تھا، اس کے بعد انھوں نے قرآن کی تعلیم کا ایسا معقول انتظام کیا کہ سال پورا ہونے سے پہلے ہی عام لوگ قرآن کے قاری اور حافظ ہو گئے۔

سرکاری عہدہ پر رہ کر دینی اور قرآنی تعلیم کا اس تدبیر انتظام کرنا مسلمانوں کے بارے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے

---

[۱] الحقوق والواجبات ص۸، [۲] ایضاً ص۱۰، [۳] الاعلاق النفیسہ طبع یورپ ص۱۹۷

دیکھو کہ ایک مرد خدا نے پورے اصبہان میں کس طرح ایک سال کے اندر اندر قرآنی تعلیم عام کردی اور گھر گھر میں قاری و حافظ بنا دیا۔

حضرت ابومنصور خیاط شیرازی بغدادی کا نام محمد بن احمد بن علی بن عبد الرزاق ہے، آپ آبائی پیشہ کے اعتبار سے ٹھٹھیرا اور درزی تھے، بڑے پایہ کے قاری و مقری اور عابد و زاہد تھے، قرآن حکیم کو مشہور زمانہ امام قرأت ابونصر احمد بن عبد الوہاب بن مسرور وغیرہ سے پڑھا۔

آپ نے اپنی زندگی اسلام اور مسلمانوں کی ایسی خدمت میں بسر کی جو رہتی دنیا کے لئے مثال ہے، یعنی آپ بغداد میں دارالخلافہ کے جوار میں مسجد ابن جردہ میں مدت دراز تک اندھوں کو قرآن کی تعلیم دی اور تنخواہ لینا تو درکنار آپ اُلٹے لوگوں سے رقم مانگ کر اپنے اندھے شاگردوں پر خرچ کرتے تھے، اس طرح زاہد ابومنصورؒ خیاط نے بے شمار اندھوں کو صرف اللہ کے لئے قرآن کی تعلیم دی،

علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:۔

وکان اماماً بمسجد ابن جردة ببغداد بحريم دار الخلافة اعتكف فيه مدة طويلة تعليم العميان القرأن لوجه الله تعالى ويسأل لهم وينفق عليهم فختم عليه القرأن خلق كثير حتى بلغ عدد من اقرأهم القرأن من العميان سبعين الفا۔

آپ بغداد میں ابن جردہ کی مسجد کے امام تھے، جو دارالخلافہ کی حدود میں واقع تھی، اس مسجد میں مدتوں رہ کر آپ اندھوں کو بلا کسی اجرت کے خالصاً لوجہ اللہ قرآن کی تعلیم دیتے تھے بلکہ عوام سے سوال کرکے ان اندھے طالب علموں پر خرچ کرتے تھے، اس طرح خلق کثیر نے آپ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ آپ نے جن اندھوں کو قرآن پڑھایا، ان کی تعداد ستر ہزار ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے،

اقرأ السنين الطويلة وختم عليه القرأن الوف من الناس۔

آپ نے کئی سال تک قرآن پڑھایا اور کئی ہزار لوگوں نے آپ کے یہاں قرآن ختم کیا،

قاضی ابوالحسین کا بیان ہے،

اقرأ نيفا وستين سنة ولقن امما۔

آپ نے ساٹھ برس سے زیادہ تک قرآن کی تعلیم دی اور بہت سی جماعتوں کو قرآن کی تعلیم و تلقین سے

بہرہ ور فرمایا۔

اس کے بعد ابن رجب کی اس تصریح کو ملاحظہ فرمائیے :۔

وانما کان الشیخ ابو منصورؒ یقرئ هو بنفسه وباصحابه هذه المدة الطويلة فاجتمع فيها اقراء هذا العدد الكثير له

اس طول طویل زمانہ تک شیخ ابو منصور نے خود بھی تعلیم دی اور اپنے شاگردوں سے تعلیم دلوائی اسی لئے اس قدر زیادہ لوگوں نے آپ سے پڑھا۔

آجکل اندھوں کی تعلیم کا مسئلہ موجودہ حکومتوں کے نزدیک نہایت اہمیت رکھتا ہے اور ان کی تعلیم کے لئے بڑے بڑے پروگرام بنائے جاتے ہیں، ادارے کھولے جاتے ہیں، ماہروں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، مگر نتیجہ کے اعتبار سے اطمینان بخش کام نہیں ہو، ستر ہزار اندھوں کے پڑھانے کی روایت ممکن ہے مبالغہ آمیزی کی بنا پر ہو مگر دوسرے راویوں کی شہادت بتا رہی ہے کہ بہت سے اندھوں نے امام ابو منصور خیاط سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت امام زین الدین انصاری دمشقی مصری زبردست فقیہ، واعظ اور مفسر تھے ان کا نام ابوالحسن علی بن ابراہیم بن نجا بن غنائم ہے، رمضان ۵۹۹ھ میں مصر میں فوت ہوئے، آپ امام شیخ ابوالفرج شیرازی حنبلی کے نواسے اور امام شرف الاسلام عبدالوہاب کے بھانجے ہیں، ننہال کی علمی وراثت نے اُن کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا، انھوں نے اپنے ماموں سے ابتداءً میں حدیث کا سماع کیا اُن ہی سے تفقہ حاصل کیا اور قرآن حکیم کی تفسیر پڑھی، نیز وعظ و تبلیغ کا فن بھی ان ہی کی مرضی سے سیکھا اور اس میں یکتائے روزگار ہوئے،

ایک راوی ناصح الدین نامی نے اپنے والد کا بیان نقل کیا ہے

زين الدين سعد بدعاء والدته كانت صالحة، حافظة، تعرف التفسير،

زین الدین اپنی ماں کی دعا کی برکت سے سعادتمندی کے اس درجہ پر پہنچے، وہ نہایت صالحہ عورت تھیں، حافظ قرآن تھیں اور علم تفسیر جانتی تھیں،

خود امام زین الدین کا بیان ہے کہ میں اپنے ماموں سے تفسیر پڑھ کر جب والدہ کے پاس آتا تو وہ مجھ سے دریافت فرماتیں

ايش فسر اخى اليوم۔

آج میرے بھائی نے کیا تفسیر بیان کی ہے،

جب میں کہتا کہ فلاں فلاں سورہ کی تفسیر پڑھائی ہے تو فرماتیں کہ کیا فلاں کا قول ذکر کیا؟ کیا فلاں بات بیان کی؟ جب میں کہتا کہ نہیں تو فرماتیں کہ انھوں نے یہ باتیں چھوڑ دیں، میں نے اپنے والد سے ان کے بارے میں سنا ہے

كانت تحفظ كتاب الجواهر وهو ثلاثون

کتاب الجواہر کو زبانی یاد تھی جو تیس جلدوں میں

لہ طبقات الحنابلہ ج ۱ صفحہ ۹۰

مجلدۃ تالیف والدھا الشیخ ابی الفرج وافعدت اربعین سنۃ فی محرابھا [1]

تھی اور ان کے والد شیخ ابو فرج کی تفسیر تھی، وہ چالیس برس تک اپنے مصلے پر بیٹھی اللہ کی یاد کرتی رہیں۔

اسلامی علوم وفنون اسلامی گھرانوں میں پروان چڑھتے ہیں، اور ان کو مدرسوں میں پڑھنے پڑھانے سے پہلے گھروں میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے تب جاکر علمی ذوق اور علمی زندگی کا احساس وشعور پیدا ہوتا ہے،

علامہ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم سہمی متوفی ۴۲۷ھ نے "تاریخ جرجان" میں ایک جرجانی عالم یوسف بن یونس جرجانی کے تذکرہ میں ان کے سلسلے سے روایت کی ہے کہ حضرت امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے اُن کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ فرمایا

یا بُنیّ اطلب العلم وانا اکفیک من مغزلی،
یا بُنیّ اذا کتبت عشرۃ احادیث فانظر
ھل تری فی نفسک زیادۃ فی مشیتک
وحلمک ووقارک، فان لم تر ذلک فاعلم
انہ یضرک ولا ینفعک، [2]

اے پیارے بیٹے تم علم حاصل کرو، میں اپنی کتائی سے تمھاری کفالت کروں گی، اے پیارے بیٹے! جب تم دس احادیث لکھ لو تو دیکھو کہ تمھارے اندر نیک چلنی اور حلم ووقار کی زیادتی ہوئی یا نہیں، اگر تم زیادتی نہ پاؤ تو سمجھ لو کہ یہ علم تم کو نقصان پہنچائے گا، اور تمھارے لئے نفع بخش ثابت نہ ہوگا۔

دوسری روایت میں "عشرۃ احادیث" کے بجائے "عشرۃ احرف" ہے، اگر اس قسم کی باتیں نہ ہوتیں تو شاید امت مسلمہ کو حضرت سفیان ثوریؒ جیسے صاحب فضل وکمال میسر نہ آتے، تحصیل علم کا جو معیار سفیان ثوریؒ کی والدہ نے بیان فرمایا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان گھرانوں کی عورتوں کا دل ودماغ کس قدر دینی اور علمی ہوتا تھا، اور بچوں کی تعلیم کے لئے وہ کس قدر حریص ہوا کرتی تھیں اور ہر طرح کی تکالیف اٹھاکر بچوں کی تعلیم کا انتظام کرتی تھیں، ایسے ہی گھرانے میں علم دین کی پرورش ہوتی ہے اور یہی علمی خانوادے کہلاتے ہیں،

امام ابو محمد سراج الدین عبد الرحمٰن بن عمر بن برکات حرانی رحمۃ اللہ علیہ بہت زبردست محدث اور حافظ حدیث حنبلی عالم ہیں، اپنے وطن حران میں حدیث پڑھنے کے بعد دمشق، حلب، موصل، مصر اور بغداد وغیرہ میں جاکر وقت کے بڑے بڑے علماء اور محدثین وفقہاء سے علم حاصل کیا، آپ کو علم سے سیرابی نہیں ہوتی تھی اور ہرچند گھوم گھوم کر علم حاصل کیا مگر حال یہ ہوا

[1] طبقات الحنابلہ ج ۱ صفحہ ۴۴، [2] تاریخ جرجان طبع حیدرآباد صفحہ ۴۴۹،

وتوفی قبل بلوغ امنیتہ

مرتے دم تک ان کی آرزو پوری نہ ہو سکی

حالانکہ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے

وکتب بخطہ الکثیر وحصل

انھوں نے اپنے ہاتھ سے بہت زیادہ احادیث لکھیں اور ان کی تحصیل کی،

علم کی تلاش میں بڑے بڑے سفر کئے اور اساتذہ اور علماء کے جم غفیر سے فیض اٹھایا وہ بھی افلاس اور تنگدستی کے زمانہ میں جب کہ طلب علم کے ایام فاقوں میں گذرتے تھے، آخر عمر میں "میافارقین" میں مستقل قیام پذیر ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے یہاں ابو محمد الرحمٰن کے جیب کو بھیر دیا اور غربت و افلاس کا زمانہ فراخی وکشادگی سے بدل گیا،

وصار صاحب، ثروۃ بعد الفقر۔

یہاں پر آنے کے بعد محتاجی چلی گئی اور آپ صاحب ثروت ہو گئے

آپ حران چھوڑ کر میافارقین میں اس طرح آباد ہو گئے کہ یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا، جمادی الاولیٰ ۲۴۳ھ میں اسی جگہ فوت ہوئے۔

یہ تو ابو محمد حرانی سے متعلق زندگی کی کچھ باتیں تھیں، آپ کے تذکرہ میں مورخین نے آپ کی ایک نابینا صاحبزادی کا تذکرہ کیا ہے جو نہایت دلچسپ اور عبرت آموز ہے

وکانت لہ بنت عمیاء تحفظ کثیراً، اذا سئلت عن باب من العلم من الکتب الستۃ ذکرت اکثرہ وکانت فی ذلک اعجوبۃ ۵

ابو محمد حرانی کے ایک نابینا لڑکی تھی جو بہت زیادہ احادیث کی حافظ تھی، جب بھی صحاح ستہ کے کسی باب کا کوئی علمی سوال کیا جاتا تو وہ اکثر کا جواب دیتی تھی، اس معاملہ میں وہ لڑکی ایک تماشا تھی،

امام ابو محمد کی صاحبزادی حدیث کی ایک دو کتاب نہیں حدیث کی چھ موٹی موٹی کتابوں کی گویا حافظ تھیں اور ان کے تمام ابواب اس طرح ان کے ذہن میں تھے کہ جب ان میں سے سوال کیا جاتا تو عام طور سے جواب ضرور دیتی تھیں، ظاہر ہے کہ صاحبزادی کا محدثہ ہونا باپ کے محدث ہونے کی وجہ سے تھا، اگر امام ابو محمد حرانی کے گھر میں علم دین کا چرچا نہ ہوتا تو ان کی صاحبزادی علم وفضل کے اس مرتبہ پہ کیسے پہونچتیں، جو بڑے بڑے عالی حوصلہ مردوں کو بھی نہیں ملا کرتا۔

جو مسلمان آج کل اپنے بچوں کے لئے دینی تعلیم کا مسئلہ پیچیدہ سمجھ رہے ہیں وہ کل کے مسلمان بچیوں کی دینی تعلیم کا نقشہ دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ دین کی تعلیم میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہے بشرطیکہ مسلمان اس کے لئے تیار ہوں، ہر مسلمان کا گھر دینی تعلیم کا مدرسہ ہوتا ہے والدین اور اہل خاندان چلتی پھرتی کتاب ہوتے ہیں اور ان کے بچے ان کے پڑھنے والے ہوتے ہیں، اس حقیقت سے ورے ہو کر بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کے بارے میں سوچنا الجھن سے خالی نہیں ہے۔